کلمہ طیّبہ کا پیغام

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کی خدمات اور حسنات میں جس چیز کی سب سے زیادہ اہمیت اور قدر ہے، وہ یہ ہے کہ بلا مبالغہ ہزاروں ایسے نوجوان ہوں گے، جو مغربی تعلیم اور اس کی تعلیم گاہوں کی الحاد پرور فضا کے اثرات سے تشکیک اور بے یقینی کی بیماری میں مبتلا ہو کر اسلام سے بالکل نکل چکے تھے یا نکل جانے والے تھے۔ لیکن مولانا مودودی کی تحریروں نے اور جماعت اسلامی کی دعوتی سرگرمیوں نے ان کو نہ صرف پھر مسلمان بنا دیا، بلکہ ان میں سے بہت سوں کا تعلق دین سے اتنا گہرا ہو گیا، اور ان کی عملی زندگی میں دین کا ایسا رنگ آ گیا کہ بہت سے پشتینی اور موروثی دین داران سے سبق لیں اور عبرت حاصل کریں۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ

مولانا مودودی کی ذات گرامی اسلامی دنیا کے لیے متاعِ گراں مایہ تھی اور گلشن اسلام کی محافظ۔ آپ جامع الفضائل، مجموعہ کمالات اور باطل تحریکوں کے مقابلے میں اللہ کی تلوار تھے۔

شیخ الحدیث عبدالرؤف رحمانیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کو معلوم ہے کہ انسان دائرہ اسلام میں ایک کلمہ پڑھ کر داخل ہوتا ہے، اور وہ کلمہ بھی کچھ بہت زیادہ لمبا چوڑا نہیں ہے، صرف چند لفظ ہیں:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْ لُ اللّٰهِ۔

اسلام میں داخلے کی پہلی شرط

اِن الفاظ کو زبان سے ادا کرتے ہی آدمی کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ پہلے کافر تھا، اب مسلمان ہو گیا۔ پہلے ناپاک تھا، اب پاک ہو گیا۔ پہلے خدا کے غضب کا مستحق تھا، اب اس کا پیارا ہو گیا۔ پہلے دوزخ میں جانے والا تھا، اب جنت کا دروازہ اس کے لیے کھل گیا۔

اور بات صرف اتنے ہی پر نہیں رہتی۔ اسی کلمے کی وجہ سے آدمی اور آدمی میں بڑا فرق ہو جاتا ہے۔ جو اس کلمے کے پڑھنے والے ہیں' وہ ایک اُمّت ہوتے ہیں اور جو اس سے انکار کرتے ہیں' وہ دُوسری اُمّت ہو جاتے ہیں۔ باپ اگر کلمہ پڑھنے والا ہے اور بیٹا اس سے

انکار کرتا ہے تو گویا باپ' باپ نہ رہا اور بیٹا' بیٹا نہ رہا۔ باپ کی جایداد سے اس بیٹے کو ورثہ نہ ملے گا۔ ماں اور بہنیں تک اس سے پردہ کرنے لگیں گی۔

گویا یہ کلمہ ایسی چیز ہے کہ غیروں کو ایک دوسرے سے ملا دیتی ہے، اور اپنوں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کلمہ کا زور اتنا ہے کہ خون اور رحم کے رشتے بھی اس کے مقابلے میں کچھ نہیں۔

اتنا بڑا فرق کیوں؟

اب ذرا اس بات پر غور کرو کہ یہ اتنا بڑا فرق جو آدمی اور آدمی میں ہو جاتا ہے، یہ آخر کیوں ہوتا ہے؟ کلمہ میں ہے کیا؟ صرف چند حرف ہی تو ہیں۔ لام، الف، ہ، م، و، س اور ایسے ہی دو چار حروف اور۔ ان حرفوں کو ملا کر اگر منہ سے نکال دیا تو کیا کوئی جادو ہو جاتا ہے کہ آدمی کی کایا پلٹ جائے؟ آدمی اور آدمی میں کیا بس اتنی سی بات سے زمین و آسمان کا فرق ہو سکتا ہے؟

میرے بھائیو، تم ذرا سمجھ سے کام لوگے تو تمھاری عقل خود کہہ دے گی، کہ فقط منہ کھولنے اور زبان ہلا کر چند حرف بول دینے کی اتنی بڑی تاثیر نہیں ہو سکتی۔ بُت پرست' مشرک لوگ تو ضرور سمجھتے ہیں کہ بس ایک منتر پڑھ دینے سے پہاڑ ہل جائے گا، زمین شق ہو جائے گی اور چشمے اُبلنے لگیں گے، چاہے منتر کے معنی کی کسی کو خبر نہ ہو۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ساری تاثیر بس حرفوں میں ہے، وہ زبان سے نکلے اور طلسمات کے دروازے کھل گئے۔ مگر اسلام میں یہ بات نہیں ہے۔ یہاں اصل چیز معنی ہیں۔ الفاظ کی تاثیر معنوں سے ہے۔ معنی

اگر نہ ہوں اور وہ دل میں نہ اتریں، اور ان کے زور سے تمھارے خیالات، تمھارے اخلاق اور تمھارے اعمال نہ بدلیں، تو نرے الفاظ بول دینے سے کچھ بھی اثر نہ ہوگا۔

اس بات کو میں ایک موٹی سی مثال سے سمجھاؤں:

- فرض کرو تمھیں سردی لگتی ہے، اگر تم زبان سے ''رُوئی لحاف، رُوئی لحاف'' پکارنا شروع کر دو تو سردی لگنی بند نہ ہوگی، چاہے تم رات بھر میں ایک لاکھ تسبیحیں 'رُوئی لحاف' کی پڑھ ڈالو۔ ہاں اگر لحاف میں روئی بھروا کر اوڑھ لوگے تو سردی لگنی بند ہو جائے گی۔

- فرض کرو کہ تمھیں پیاس لگ رہی ہے۔ اگر تم صبح سے شام تک ''پانی، پانی'' پکارتے رہو تو پیاس نہ بجھے گی۔ ہاں پانی کا ایک گھونٹ لے کر پی لوگے تو کلیجے کی ساری آگ فوراً ٹھنڈی ہو جائے گی۔

- فرض کرو کہ تم کو نزلہ بخار ہو جاتا ہے۔ اس حال میں اگر ''بنفشہ گاؤزبان، بنفشہ گاؤزبان'' کی تسبیحیں تم پڑھنی شروع کر دو گے تو نزلے بخار میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔ ان دواؤں کا جوشاندہ بنا کر پی لوگے تو نزلہ بخار خود بھاگ جائے گا۔

بس یہی حال کلمہ طیبہ کا ہے۔ فقط چھ سات لفظ بول دینے سے اتنا بڑا فرق نہیں ہوتا کہ آدمی کافر سے مسلمان ہو جائے، ناپاک سے پاک ہو جائے، مردود سے محبوب بن جائے اور دوزخی سے جنتی بن جائے۔ یہ فرق صرف اس طرح ہوگا کہ پہلے ان الفاظ کا مطلب سمجھو اور وہ مطلب تمھارے دل میں اُتر جائے۔ پھر مطلب کو جان بوجھ کر جب تم ان الفاظ کو

زبان سے نکالو تو تمھیں اچھی طرح یہ احساس ہو کہ تم اپنے خدا کے سامنے اور ساری دنیا کے سامنے کتنی بڑی بات کا اقرار کر رہے ہو، اور اس اقرار سے تمھارے اُوپر کتنی بڑی ذمہ داری آ گئی ہے۔

پھر یہ سمجھتے ہوئے جب تم نے اقرار کر لیا تو اس کے بعد تمھارے خیالات پر اور تمھاری ساری زندگی پر اس کلمہ کا قبضہ ہو جانا چاہیے، پھر تم کو اپنے دل و دماغ میں کسی ایسی بات کو جگہ نہ دینی چاہیے، جو اس کلمہ کے خلاف ہو۔ پھر تم کو ہمیشہ کے لیے بالکل فیصلہ کر لینا چاہیے، کہ جو بات اس کلمہ کے خلاف ہے وہ جھوٹی ہے اور یہ کلمہ سچا ہے۔

پھر زندگی کے سارے معاملات میں یہ کلمہ تمھارا حاکم ہونا چاہیے۔ اس کلمہ کا اقرار کرنے کے بعد تم کافروں کی طرح آزاد نہیں رہے کہ جو چاہو کرو بلکہ اب تم اس کلمہ کے پابند ہو، جو وہ کہے اس کو کرنا پڑے گا اور جس سے منع کرے اس کو چھوڑنا پڑے گا۔ اس طرح کلمہ پڑھنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے اور اس طرح کلمہ پڑھنے کی وجہ سے آدمی اور آدمی میں اتنا بڑا فرق ہوتا ہے، جس کا ذکر میں نے ابھی کیا ہے۔

کلمہ کا مطلب

آؤ اب میں بتاؤں کہ کلمہ کا مطلب کیا ہے، اور اس کو پڑھ کر آدمی کس چیز کا اقرار کرتا ہے، اور اس کا اقرار کرتے ہی آدمی کس چیز کا پابند ہو جاتا ہے۔

کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ: اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

کلمہ میں اِلٰــــہ کا جو لفظ آیا ہے، اس کے معنی ''خدا'' کے ہیں۔ خدا اس کو کہتے ہیں جو مالک ہو، حاکم ہو، خالق ہو، پالنے اور پوسنے والا ہو، دعاؤں کا سننے اور قبول کرنے والا ہو اور اس کا مستحق ہو کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اب جو تم نے لاالٰہ الا اللّٰہ کہا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اوّل تو تم نے یہ اقرار کیا کہ یہ دنیا نہ تو بے خدا کے بنی ہے، اور نہ ایسا ہی ہے کہ اس کے بہت سے خدا ہوں۔ بلکہ دراصل اس کا خدا ہے، اور وہ خدا ایک ہی ہے، اور اس ایک ذات کے سوا خدائی کسی کی نہیں ہے۔

دوسری بات جس کا تم نے کلمہ پڑھتے ہی اقرار کیا وہ یہ ہے، کہ وہ ایک خدا تمھارا اور سارے جہان کا مالک ہے۔ تم اور تمھاری ہر چیز اور دنیا کی ہر شے اس کی ہے، خالق وہ ہے، رازق وہ ہے، موت اور زندگی اس کی طرف سے ہے، مصیبت اور راحت بھی اسی کی طرف سے ہے۔ جو کچھ کسی کو ملتا ہے، اس کو دینے والا حقیقت میں وہ ہے، اور جو کچھ کسی سے چھینا جاتا ہے اس کا چھیننے والا بھی حقیقت میں وہی ہے۔ ڈرنا چاہیے تو اس سے، مانگنا چاہیے تو اس سے، سر جھکانا چاہیے تو اس کے سامنے، عبادت اور بندگی کی جائے تو اس کی۔ اس کے سوا ہم کسی کے بندے اور غلام نہیں اور اس کے سوا کوئی ہمارا آقا اور حاکم نہیں۔ ہمارا اصل فرض یہ ہے کہ اسی کا حکم مانیں اور اسی کے قانون کی پیروی کریں۔

اللہ تعالیٰ سے عہد اور محاسبہ

یہ عہد و پیمان ہے جو لَا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ پڑھتے ہی تم اپنے خدا سے کرتے ہو اور ساری دنیا کو گواہ بنا کر کرتے ہو۔

اس کی خلاف ورزی کرو گے تو تمھاری زبان، تمھارے ہاتھ پاؤں، تمھارا رونگٹا رونگٹا، اورزمین وآسمان کا ذرّہ ذرّہ جس کے سامنے تم نے جھوٹا اقرار کیا، تمھارے خلاف خدا کی عدالت میں گواہی دے گا۔ اورتم ایسی بے بسی کے عالم میں وہاں کھڑے ہو گے کہ ایک بھی گواہ تم کوصفائی پیش کرنے کے لیے نہ ملے گا۔ کوئی وکیل یا بیرسٹر وہاں تمھاری طرف سے پیروی کرنے والا نہ ہوگا۔ بلکہ خود وکیل صاحب اور بیرسٹر صاحب جو دنیا کی عدالتوں میں قانون کی اُلٹ پھیر کرتے پھرتے ہیں یہ بھی وہاں تمھاری ہی طرح بے بسی کے عالم میں کھڑے ہوں گے۔ وہ عدالت ایسی نہیں ہے جہاں تم جھوٹی گواہیاں اور جعلی دستاویزیں پیش کر کے اور غلط پیروی کر کے بچ جاؤ گے۔ دنیا کی پولیس سے تم اپنا جرم چھپا سکتے ہو، خدا کی پولیس سے نہیں چھپا سکتے۔ دنیا کی پولیس رشوت کھا سکتی ہے، خدا کی پولیس رشوت کھانے والی نہیں۔ دنیا کے گواہ جھوٹ بول سکتے ہیں، خدا کے گواہ بالکل سچے ہیں۔ دنیا کے حاکم بے انصافی کر سکتے ہیں، خدا ایسا حاکم نہیں جو بے انصافی کرے۔ پھر خدا جس جیل میں ڈالے گا اس سے بچ کر بھاگنے کی بھی کوئی صورت نہیں ہے۔

خدا کے ساتھ جھوٹا اقرار نامہ کرنا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔ [اس لیے] جب اقرار کرتے ہو تو خوب سوچ سمجھ کر کرو اور اس کو پورا کرو۔ ورنہ تم پر کوئی زبردستی نہیں ہے کہ خواہ مخواہ زبانی ہی اقرار کرلو۔ کیونکہ خالی خولی زبانی اقرار محض بے کار ہے۔

رسول اللہ کی رہنمائی کا اقرار

لا اِلٰہ اِلا للّٰہ کہنے کے بعد تم **محمد رسول اللّٰہ** کہتے ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ

تم نے یہ تسلیم کرلیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پیغمبر ہیں جن کے ذریعے سے خدا نے اپنا قانون تمھارے پاس بھیجا ہے۔

خدا کو اپنا آقا اور شہنشاہ مان لینے کے بعد یہ معلوم ہونا ضروری تھا کہ اس شہنشاہ کے احکام کیا ہیں؟ ہم کون سے کام کریں جن سے وہ خوش ہوتا ہے اور کون سے کام نہ کریں جن سے وہ ناراض ہوتا ہے؟ کس قانون پر چلنے سے وہ ہم کو بخشے گا اور اس کی خلاف ورزی کرنے پر وہ ہم کو سزا دے گا۔ یہ سب باتیں بتانے کے لیے خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغام بر مقرر کیا۔ آپ کے ذریعے سے اپنی کتاب ہمارے پاس بھیجی اور آپؐ نے خدا کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرکے ہم کو بتادیا کہ مسلمانوں کو اس طرح زندگی بسر کرنی چاہیے۔

پس، جب تم نے 'محمد رسول اللہ' کہا تو گویا اقرار کرلیا کہ جو قانون اور جو طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے، تم اسی کی پیروی کروگے، اور جو قانون اس کے خلاف ہے اس پر لعنت بھیجو گے۔ یہ اقرار کرنے کے بعد اگر تم نے حضورؐ کے لائے ہوئے قانون کو چھوڑ دیا اور دنیا کے قانون کو مانتے رہے تو تم سے بڑھ کر جھوٹا اور بے ایمان کوئی نہ ہوگا۔ کیونکہ، تم یہی اقرار کرکے تو اسلام میں داخل ہوئے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا لایا ہوا قانون' حق ہے اور اسی کی تم پیروی کروگے۔ اسی اقرار کی بدولت تو تم مسلمانوں کے بھائی بنے، اسی کی بدولت تم نے باپ سے ورثہ پایا، اسی کی بدولت ایک مسلمان عورت [یا مرد] سے تمھارا نکاح ہوا، اسی کی بدولت تمھاری جائز اولاد بنی، اسی کی بدولت تمھیں یہ حق ملا کہ تمام مسلمان تمھارے مددگار بنیں، تمھیں زکوٰۃ دیں، تمھاری جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کا ذمّہ لیں اور ان سب کے باوجود تم نے اپنا اقرار توڑ دیا۔ اس سے بڑھ کر دنیا میں

کون سی بے ایمانی ہوسکتی ہے؟

اگر تم لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے معنی جانتے ہو اور جان بوجھ کر اس کا اقرار کرتے ہو تو تم کو ہر حال میں خدا کے قانون کی پیروی کرنی چاہیے، خواہ اس کی پیروی پر مجبور کرنے والی کوئی پولیس اور عدالت اس دنیا میں نظر نہ آتی ہو۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ خدا کی پولیس اور فوج اور عدالت اور جیل کہیں موجود نہیں ہے، اس لیے اس کے قانون کو توڑنا آسان ہے، اور گورنمنٹ کی پولیس، فوج، عدالت اور جیل موجود ہے اس لیے اس کے قانون کو توڑنا مشکل ہے۔ ایسے شخص کے متعلق میں صاف کہتا ہوں کہ وہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ کا جھوٹا اقرار کرتا ہے۔ [وہ] اپنے خدا کو، ساری دنیا کو، تمام مسلمانوں کو اور خود اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے۔

عہد واقرار کی ذمہ داریاں

بھائیو اور دوستو، ابھی میں نے تمھارے سامنے کلمہء طیّبہ کے معنی بیان کیے ہیں۔ اب اسی سلسلے میں، میں ایک اور پہلو کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

تم اقرار کرتے ہو کہ اللہ تمھارا اور ہر چیز کا مالک ہے، اس کے کیا معنی ہیں؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمھاری جان اپنی نہیں، خدا کی مِلک [ملکیت] ہے۔ تمھارے ہاتھ اپنے نہیں۔ تمھاری آنکھیں اور تمھارے کان اور تمھارے جسم کا کوئی عضو تمھارا اپنا نہیں۔ یہ زمینیں جن کو تم جوتتے ہو، یہ جانور جن سے تم خدمت لیتے ہو، یہ مال واسباب جن سے تم فائدہ اٹھاتے

ہو، ان میں سے بھی کوئی چیز تمھاری نہیں۔ ہر چیز خدا کی مِلک ہے اور خدا کی طرف سے عطیہ کے طور پر تمھیں ملی ہے۔ اس بات کا اقرار کرنے کے بعد تمھیں یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ جان میری ہے، دوسرے کو مالک کہنا اور پھر اس کی چیز کو اپنی قرار دینا، بالکل ایک لغو بات ہے۔

اگر درحقیقت یہ بات سچے دل سے مانتے ہو کہ ان سب چیزوں کا مالک خدا ہی ہے تو اس سے دو باتیں خود بخود تم پر لازم ہو جاتی ہیں۔

ایک یہ کہ جب مالک خدا ہے اور اس نے اپنی ملکیّت امانت کے طور پر تمھارے حوالے کی ہے، تو جس طرح مالک کہتا ہے اسی طرح تمھیں ان چیزوں سے کام لینا چاہیے۔ اس کی مرضی کے خلاف ان سے کام لیتے ہو تو دھوکا بازی کرتے ہو۔ تم اپنے ان ہاتھوں اور پاؤں کو بھی اس کی پسند کے خلاف ہلانے کا حق نہیں رکھتے۔ تم ان آنکھوں سے بھی اس کی مرضی کے خلاف دیکھنے کا کام نہیں لے سکتے۔ تم کو اس پیٹ میں بھی کوئی ایسی چیز ڈالنے کا حق نہیں ہے جو اس کی مرضی کے خلاف ہو۔ تمھیں ان زمینوں اور ان جایدادوں پر بھی مالک کے منشا کے خلاف کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ تمھاری بیویاں [یا شوہر] جن کو تم اپنی کہتے ہو اور تمھاری اولاد جن کو تم اپنی کہتے ہو، یہ بھی صرف اس لیے تمھاری ہیں کہ تمھارے مالک کی دی ہوئی ہیں، لہٰذا تم کو ان سے بھی اپنی خواہش کے مطابق نہیں، بلکہ مالک کے حکم کے مطابق ہی برتاؤ کرنا چاہیے۔

اگر اس کے خلاف کرو گے تو تمھاری حیثیت غاصب کی ہوگی۔ جس طرح دوسرے کی زمین پر قبضہ کرنے والے کو تم کہتے ہو کہ وہ بے ایمان ہے، اسی طرح اگر خدا کی دی ہوئی

چیزوں کوتم اپنا سمجھ کر اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرو گے، یا خدا کے سوا کسی اور کی مرضی کے مطابق ان سے کام لو گے تو وہی بے ایمانی کا الزام تم پر بھی آئے گا۔

اگر مالک کی مرضی کے مطابق کام کرنے میں کوئی نقصان ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ جان جاتی ہے تو جائے۔ ہاتھ پاؤں ٹوٹتے ہیں تو ٹوٹیں۔ اولاد کا نقصان ہوتا ہے تو ہو۔ مال و جایداد برباد ہو تو ہوا کرے، تمھیں کیوں غم ہو؟ جس کی چیز ہے وہی اگر نقصان پسند کرتا ہو تو اس کو حق ہے۔

ہاں، اگر مالک کی مرضی کے خلاف تم کام کرو اور اس میں کسی چیز کا نقصان ہو تو بلاشبہ تم مجرم ہو گے، کیونکہ دوسرے کے مال کو تم نے خراب کیا۔ تم خود اپنی جان کے مختار نہیں ہو۔ مالک کی مرضی کے مطابق جان دو گے تو مالک کا حق ادا کر دو گے۔ اس کے خلاف کام کرنے میں جان دو گے تو یہ بے ایمانی ہو گی۔

اسلام کی قبولیت، خدا پر احسان نہیں

دوسری بات یہ ہے کہ مالک نے جو چیز تمھیں دی ہے، اس کو اگر تم مالک ہی کے کام میں صرف کرتے ہو تو کسی پر احسان نہیں کرتے۔ نہ مالک پر احسان ہے، نہ کسی اور پر۔ تم نے اگر اس کی راہ میں کچھ دے دیا، یا کچھ خدمت کی، یا جان دے دی، جو تمھارے نزدیک بہت بڑی چیز ہے۔ تب بھی کوئی احسان کسی پر نہیں کیا۔ زیادہ سے زیادہ جو کام تم نے کیا وہ بس اتنا ہی تو ہے کہ مالک کا حق جو تم پر تھا وہ تم نے ادا کر دیا۔ یہ کون سی ایسی بات ہے جس پر

کوئی پھُو لے اور فخر کرے اور یہ چاہے کہ اس کی تعریفیں کی جائیں اور یہ سمجھے کہ اس نے کوئی بہت بڑا کام کیا ہے۔ جس کی بڑائی تسلیم کی جائے؟

یاد رکھو، کہ سچا مسلمان مالک کی راہ میں کچھ صَرف کرنے یا کچھ خدمت کرنے کے بعد پھُولتا نہیں ہے، بلکہ خاکساری اختیار کرتا ہے۔ فخر کرنا کارِ خیر کو برباد کر دیتا ہے۔ تعریف کی خواہش جس نے کی اور اس کی خاطر کوئی کارِ خیر کیا، وہ خدا کے ہاں کسی اجر کا مستحق نہ رہا، کیونکہ اس نے تو اپنے کام کا معاوضہ دنیا ہی میں مانگا اور یہیں اس کو مل بھی گیا۔

اللہ کا احسان اور ہمارا رویہ

بھائیو! اپنے مالک کا احسان دیکھو کہ اپنی چیز تم سے لیتا ہے، اور پھر کہتا ہے کہ یہ چیز میں نے تم سے خریدی ہے اور اس کا معاوضہ میں تمھیں دوں گا۔ اللہ اکبر! اس شانِ جودو کرم کا بھی کوئی ٹھکانا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّةَ [التوبہ، ۹ : ۱۱۱] حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔

یہ تو مالک کا برتاؤ تمھارے ساتھ ہے۔ اب ذرا اپنا برتاؤ بھی دیکھو۔

جو چیز مالک نے تم کو دی تھی، اور جس کو مالک نے پھر تم سے معاوضہ دے کر خرید بھی لیا، اس کو غیروں کے ہاتھ بیچتے ہو۔نہایت ذلیل معاوضے لے لے کر بیچتے ہو۔ وہ مالک کی مرضی کے خلاف تم سے کام لیتے ہیں اور تم یہ سمجھ کر ان کی خدمت کرتے ہو کہ گویا رازق وہ ہیں۔تم اپنے دماغ بیچتے ہو، اپنے ہاتھ پاؤں بیچتے ہو، اپنے جسم کی طاقتیں بیچتے ہو، اور وہ سب کچھ بیچتے ہو جس کو خدا کے باغی خریدنا چاہتے ہیں۔اس سے بڑھ کر بداخلاقی اور کیا ہو سکتی ہے؟

بیچی ہوئی چیز کو بیچنا قانونی اور اخلاقی جرم ہے۔دنیا میں اس پر دغابازی اور فریب دہی کا مقدمہ چلایا جاتا ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا کی عدالت میں اس پر مقدمہ نہیں چلایا جائے گا؟[تدوین : س م خ]

حقیقتِ اسلام

بدی کا مقابلہ محض نیکی سے نہیں

بلکہ اس نیکی سے کرو جو بہت اعلیٰ درجے کی ہو
یعنی کوئی شخص تمھارے ساتھ برائی کرے،
اور تم اس کو معاف کردو تو یہ محض نیکی ہے۔

اعلیٰ درجے کی نیکی یہ ہے کہ

جو تم سے برا سلوک کرے تم موقع آنے پر اس کے ساتھ احسان کرو۔

(تفہیم القرآن، ج ۴، ص ۴۵۷)

ایک آدمی

بیک وقت مومن اور منافق، سچّا اور جھوٹا، بدکار اور نیکوکار نہیں ہو سکتا۔
اس کے سینے میں دو دل نہیں ہیں، کہ
ایک دل میں اخلاص ہو اور دوسرے میں خدا سے بے خوفی۔

لہٰذا

ایک وقت میں آدمی کی ایک ہی حیثیت ہو سکتی ہے، یا تو وہ مومن ہوگا یا منافق۔
اب اگر تم کسی مومن کو منافق کہہ دو یا منافق کو مومن تو اس سے حقیقت نفس الامری نہ بدل جائے گی۔ اس شخص کی اصل حیثیت لازماً ایک ہی رہے گی۔

(تفہیم القرآن، ج ۴، ص ۶۹)

ایمان اور اجتماعی جدوجہد

دنیا کو آیندہ دورِ ظلمت کے خطرے سے بچانے اور اسلام کی نعمت سے بہرہ ور کرنے کے لیے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ یہاں صحیح نظریہ موجود ہے۔ صحیح نظریے کے ساتھ ایک صالح جماعت کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ایسے لوگ درکار ہیں جو اس نظریہ پر سچا ایمان رکھتے ہوں۔

اُن کو سب سے پہلے اپنے ایمان کا ثبوت دینا ہوگا اور وہ صرف اِسی طرح دیا جاسکتا ہے کہ وہ جس اقتدار کو تسلیم کرتے ہوں اُس کے خود مطیع بنیں؛ جس ضابطے پر ایمان لاتے ہیں اس کے خود پابند ہوں؛ جس اخلاق کو صحیح کہتے ہیں اُس کا خود نمونہ بنیں؛ جس چیز کو فرض کہتے ہیں اس کا خود التزام کریں؛ اور جس چیز کو حرام کہتے ہیں اُسے خود چھوڑیں۔ اس کے بغیر تو اُن کی صداقت آپ ہی مشتبہ ہوگی کُجا کہ کوئی ان کے آگے سرِ تسلیم خم کرے۔

پھر اُن کو اِس فاسد نظامِ تہذیب و تمدن و سیاست کے خلاف عملاً بغاوت کرنی ہوگی' اُس سے اور اس کے پیرووں سے تعلق توڑنا ہوگا' اُن تمام فائدوں' لذتوں' آسائشوں اور اُمیدوں کو چھوڑنا ہوگا جو اس نظام سے وابستہ ہوں' اور رفتہ رفتہ اُن تمام نقصانات' تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا ہوگا جو نظامِ غالب کے خلاف بغاوت کرنے کا لازمی نتیجہ ہیں۔

پھر انھیں وہ سب کچھ کرنا ہوگا جو ایک فاسد نظام کے تسلط کو مٹانے اور ایک صحیح نظام قائم کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس انقلاب کی جدوجہد میں اپنا مال بھی قربان کرنا ہوگا' اپنے اوقاتِ عزیز بھی صرف کرنے پڑیں گے' اپنے دل و دماغ اور جسم کی ساری قوتوں سے بھی کام لینا پڑے گا' اور قید اور جلاوطنی اور ضبطِ اموال اور تباہی اہل و عیال کے خطرات بھی سہنے ہوں گے' اور وقت پڑے تو جانیں بھی دینی پڑیں گی۔ ان راہوں سے گزرے بغیر دنیا میں نہ کبھی کوئی انقلاب ہوا ہے نہ اب ہوسکتا ہے۔

ایک صحیح نظریہ کی پشت پر ایسے صادق الایمان لوگوں کی جماعت جب تک نہ ہو' محض نظریہ' خواہ وہ کتنا ہی بلند پایہ ہو' کتابوں کے صفحات سے منتقل ہوکر ٹھوس زمین میں کبھی جڑ نہیں پکڑ سکتا۔ (تحریک آزادی ہند اور مسلمان' دوم' ص ۲۰۸)